اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۵ اپریل ۱۹۹۴ء کو منظور مسیح کے قتل کے بعد وطنِ عزیز کی سیکولر لابی اور مسیحی مذہبی رہنماؤں کی جانب سے نہ صرف "قانون توہینِ رسالت" بلکہ نفاذ شریعت کے حوالے سے رائج جملہ قوانین کے خلاف مہم تیز تر ہو گئی ہے۔ اگر "پاکستان انسانی حقوق کمیشن" کی سربراہ عاصمہ جہانگیر صاحبہ مجمل الفاظ میں "مذہبی امتیاز پر مبنی قوانین" کی منسوخی کا مطالبہ کرتی ہیں، تو مسیحی رہنما قوانین گن گن کر اپنے غصے کا اظہار کرتے ہیں۔

جہاں تک "قانون توہینِ رسالت" کا تعلق ہے، "عالمِ اسلام اور عیسائیت" (بابت ماہ اپریل ۱۹۹۴ء) کے اداریے میں واضح کیا جا چکا ہے کہ یہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے اور گستاخِ رسول کی سزا کے بارے میں امتِ مسلمہ میں کبھی کوئی ابہام یا اختلاف نہیں رہا، نیز اس حقیقت سے وہ دیانت دار مسیحی عالم بھی آگاہ ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کا کچھ وقت اسلام کے مطالعہ میں صرف کیا ہے۔ مزید براں یہ قانون کسی بھی گستاخِ رسول کے لیے ہے، اس میں مسیحی یا غیر مسیحی کی کوئی تخصیص نہیں۔ مگر اب تک بعض مسیحیوں کے خلاف ہی گستاخی رسول کے مقدمات کیوں قائم ہوئے ہیں؟ کیا اُنھوں نے گستاخی رسول کا ارتکاب کیا ہے یا اُن کے خلاف بعض بااثر لوگوں نے جھوٹے مقدمے بنوا دیے ہیں؟ عدالتی فیصلہ آنے سے ہی صحیح صورتِ حال سامنے آ سکتی ہے۔ گوجرانوالہ کے مقامی مسلم حلقوں میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ الزام میں صداقت موجود ہے، جب کہ مسیحی نقطۂ نظر یہ ہے کہ ہر مسیحی رسالت مآب ﷺ کے ادب و احترام کا قائل ہے اور مقتول منظور مسیح وغیرہ کے خلاف یہ مقدمہ مقامی بااثر لوگوں نے بنوایا تھا۔

اگر حقیقت یہی ہے کہ سماجی طور پر بعض بااثر لوگ غریبوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے نہیں دیتے اور جب کوئی غریب مسیحی اُن کے دائرۂ اثر سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو اُسے مختلف حیلوں بہانوں سے تنگ کیا جاتا ہے۔ اس صورتِ حال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسیحی برادری اُن قوتوں کا ساتھ دے جو ان ہی مقاصد کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسیحی احتجاج "قانون توہینِ رسالت" کے خاتمے کا سبب بن سکتا ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت انھیں خوش کرنے کے لیے ۹۸ فیصد مسلمانوں کو ناراض کرنے کے لیے آمادہ ہو گی؟ پاکستان پیپلز پارٹی کے اعلیٰ طبقے میں یقیناً سیکولر عنصر بہت مضبوط ہے، مگر وہ اس حقیقت سے باخبر ہے کہ اُسے آخر الامر اعتماد کے

ووٹ کے لیے عوام کے پاس جانا ہے۔ ۱۶ اپریل کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ وزیراعظم کی صدارت میں کابینہ کے اجلاس میں یہ طے پایا تھا کہ توہینِ رسالت کا جرم قابلِ دست اندازی پولیس نہ رہے، اور اس سلسلے میں "قانون و انصاف ڈویژن" کو ہدایات جاری کی گئیں کہ وہ مروّجہ قوانین میں ترمیم کے لیے مسودہ تیار کرے، مگر پنجاب اسمبلی نے قانون توہینِ رسالت میں کوئی ترمیم نہ کرنے کے حق میں متفقہ قرارداد منظور کر کے واضح کر دیا ہے کہ گستاخِ رسول کے لیے سزائے موت کے اصول میں کسی کو کوئی ابہام نہیں۔ شاید مسیحی رہنماؤں پر بھی یہ بات واضح ہے کہ پاکستان کی کوئی جمہوری حکومت اُن کی دلدہی کے لیے اس قانون میں ایسی تبدیلی کرنے کو تیار نہیں ہوگی جس سے قانون کی روح ختم ہو جائے۔ تاہم حدِ قذف کے تحت اُن لوگوں کے خلاف کارروائی کی گنجائش موجود ہے جو ذاتی مفادات کے لیے آقائے نامدار ﷺ کے نام پر کسی پر الزام لگاتے ہیں۔

بیرونِ ملک مقیم پاکستانی مسیحیوں میں سے چالیس کے لگ بھگ افراد نے لندن میں ۱۰ - ڈاؤننگ اسٹریٹ اور پاکستانی ہائی کمیشن کے سامنے مظاہرہ کیا۔ منظور مسیح کے قاتلوں کو فوری سزا دینے کا مطالبہ کیا اور قانون توہینِ رسالت کی تنسیخ کے لیے پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کو اپنا انتخابی وعدہ پورا کرنے کے لیے کہا، مگر کیا ہی اچھا ہوتا کہ پاکستانی ہائی کمیشن کو پیش کردہ یادداشت میں پاکستان کی وزیراعظم کو مخاطب کیا جاتا۔ مبیّنہ طور پر یادداشت میں برطانیہ کے وزیراعظم جناب جان میجر، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر جناب بل کلنٹن اور یورپی پارلیمنٹ کی کمیٹی برائے جنوبی ایشیا کی سربراہ مسز انیتا بولاک کو مخاطب کیا گیا تھا۔ پاکستانی مسیحی یہ کچھ کر کے اپنے وطنِ عزیز کی کیا خدمت انجام دے رہے ہیں؟ کیا اس صورتِ حال میں جناب جے - سالک کے مسیحی - مسلم کنونشن کی تقریروں کی کوئی اہمیت رہ جاتی ہے؟ پاکستان کے مسلمان جو پہلے ہی یہ رائے رکھتے ہیں کہ وطنِ عزیز کے اندرونی معاملات میں بعض لوگ مداخلت کر رہے ہیں۔ مسیحی ہم وطنوں کے طرزِ عمل سے کہیں یہ رائے نہ بن جائے کہ خود پاکستانیوں کی صفوں میں "پانچواں کالم" موجود ہے۔

الحمدللہ پاکستان کی مسیحی برادری کی اکثریت ہر حال میں مسیحی - مسلم اتحاد اور دونوں مذاہب کے درمیان مفاہمت کی قائل ہے۔ اسی لیے جب ۲۱ اپریل کو مسیحی رہنماؤں نے ہڑتال کی اپیل کی تو اس ہڑتال کے منفی اثرات سے بچنے کے لیے خود مسیحی دوست ہی سامنے آئے اور اُن کی طرف سے پوری کوشش کی گئی کہ مفاہمت اور بھائی چارے کی فضا مجروح نہ ہونے پائے۔

آخر میں وطن دوست مسیحی رہنماؤں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ شریعت پر مبنی قوانین کے خلاف مہم چلا کر مسلمان آبادی کے جذبات مجروح نہ کریں بلکہ وہ اُن مسلم قوتوں کا ساتھ دیں جو دینی جذبے کے ساتھ اُن کے مسائل میں دلچسپی لیتی ہیں۔